www.KitaboSunnat.com

حدیث و سنت — غازی عزیر

صفیں درست کرنے کے لئے مقتدی کب کھڑے ہوں؟

حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے: قال رسول اللہ ﷺ اذا اقیمت الصلاۃ فلا تقوموا حتی ترونی [1]

"رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو جب تک مجھے نہ دیکھ لو، کھڑے نہ ہوا کرو"

بعض روایات میں قد خرجت کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو "حسن صحیح" قرار دیا ہے [2] حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے الفاظ لاتقوموا کی شرح میں فرماتے ہیں: "اس میں کھڑے ہونے کی ممانعت مذکور ہے"۔ اور اگلے قول حتی ترونی کے متعلق فرماتے ہیں: "اس میں امام کو دیکھنے پر کھڑے ہونے کا حکم وارد ہے۔ یہ حکم مطلق ہے اور اقامت کے کسی مخصوص جملے کے ساتھ مقید نہیں ہے" [3]

امام کی موجودگی میں مقتدی کب کھڑے ہوں؟

دراصل مقتدی کا وقتِ قیام محتاجِ تفصیل ہے۔ پس اگر امام مسجد میں موجود ہو تو بعض اہل علم کے نزدیک جب مؤذن قد قامت الصلاۃ کہے تو لوگ کھڑے ہوں۔ یہ قول ابن مبارکؒ کا ہے۔ [4] حضرت انسؓ کے متعلق بھی مروی ہے کہ "جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہتا تو آپ کھڑے ہوتے تھے"۔ اس کو ابن المنذرؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ سعید بن منصورؒ نے بھی بطریق ابی اسحٰق حضرت عبداللہ کے اصحاب کے متعلق یہی چیز روایت کی ہے۔ [5]

عبداللہ بن مبارکؒ کے قول کے متعلق شارح ترمذی علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں کہ "مجھے اس ضمن میں کوئی مرفوع صحیح حدیث نہیں ملی۔ جبکہ حضرت انس ؓ کا یہ فرمان بہت اچھا ہے کہ مؤذن کے قد قامت الصلاۃ کہنے پر وہ کھڑے ہوتے" [6] لیکن امام ترمذیؒ نے حضرت انسؓ کی حدیث کو غیر محفوظ قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"وفی الباب عن انس و حدیث انس غیر محفوظ" [7]

حضرت انسؓ کی حدیث کے متعلق علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: لم اقف علی من اخرجہ [8] لیکن میں کہتا ہوں کہ ابوداؤد الطیالسیؒ اور زید بن حمیدؒ نے اپنی مسانید میں اور عقیلی نے الضعفاء الکبیر میں اس کی تخریج بطریق جریر بن حازم عن ثابت عن انس مرفوعاً کی ہے اور اس پر نکارت کا حکم لگایا ہے۔ [9]

جریر بن حازم کو عجلی، ابن معین، ابن سعد اور بزار وغیرہ نے "ثقہ" اور رازی نے "صدوق" قرار دیا ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ "جریر کبار ائمہ ثقات میں سے ایک تھے۔ بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں اور ائمہ اربعہ نے اپنی سنن میں ان سے تخریج کی ہے" شعبہ کا قول ہے: "میں نے بصرہ میں دو شخصوں سے زیادہ بڑا حافظ نہیں دیکھا، ہشام الدستوائی اور جریر بن حازم تھے" ساجی کا قول ہے کہ "صدوق تھے اور اپنے حافظہ کی بنیاد پر احادیث روایت کرتے تھے" لیکن ابن حجر عسقلانیؒ نے ایک مقام پر انہیں "سئی الحفظ" لکھا ہے اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "ثقہ تھے لیکن جب حضرت قتادہ سے روایت کریں تو ان کی حدیث میں ضعف ہوتا ہے اور جب اپنے حافظہ سے حدیث بیان کریں تو وہم ہوتا ہے" [10] بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مسجد میں نمازیوں کے ساتھ ہو تو لوگ اسوقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک اقامت کہنے والا اقامت سے فارغ نہ ہو چکے۔ (۱)

ان تمام اقوال کے مقابلہ میں راقم کے نزدیک سب سے عمدہ قول امام مالک کا ہے:

وأما الناس حين تقام الصلاة فإني لم أسمع في ذلك بحد يقام له إلا أني أرى ذلك على قدر طاقة الناس فإن منهم الثقيل و الخفيف ولا يستطيعون أن يكونوا كرجل واحد" (۲) "نماز کیلئے جہاں تک لوگوں کے کھڑے ہونے کا تعلق ہے تو مجھے کوئی ایسی حد بندی نہیں ملی۔ میری رائے میں یہ لوگوں کی طاقت پر ہے کیونکہ ان میں ہلکے اور بھاری جسموں والے بھی ہوتے ہیں جو ایک شخص کی مانند (بیک وقت) کھڑے نہیں ہو سکتے"۔

علامہ ابن رشد القرطبی بھی تقریباً یہی بات فرماتے ہیں:

"اس بارے میں سوائے حدیث ابی قتادہ کے شریعت میں کوئی چیز مسموع نہیں ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو تو اس پر عمل واجب ہے ورنہ یہ مسئلہ اپنی اصل پر باقی رہتا ہے اور وہ اصل المعفو عنہ ہے یعنی اس بارے میں چونکہ شریعت ساکت ہے لہذا جب بھی کھڑے ہو جایا جائے، درست ہے" (۳)

امام بخاریؒ نے بھی مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو اقامت کے کسی لفظ کے ساتھ مقید نہیں ٹھہرایا ہے بلکہ اس بارے میں پے در پے جو دو ابواب مقرر فرمائے وہ یہ ہیں: "باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة" (۴) اور "باب لا يقوم إلى الصلوة مستعجلا وليقم بالسكينة والوقار" (۵) اور ان کا ماحصل بھی یہی ہے کہ مقتدی جب اقامت کے وقت امام کو (مسجد میں موجود یا آتا ہوا) دیکھیں تو کھڑے ہوں اور کھڑے ہونے میں جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ سکینت اور وقار کے ساتھ کھڑے ہوں۔

امام کی غیر موجودگی میں نماز کیلئے کھڑے ہونا؟

لیکن اگر امام مسجد میں موجود نہ ہو تو اہل علم حضرات کی ایک جماعت نے لوگوں کا کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا مکروہ بیان کیا ہے، چنانچہ امام بغویؒ لکھتے ہیں: "وقد كره قوم من أهل العلم أن ينتظر الناس الإمام وهم قيام" (۶) واضح رہے کہ "اہل علم حضرات" سے مراد "أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ وغيرهم" ہے (۷) ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: كانوا يكرهون أن ينتظروا الإمام قياما ولكن قعودا ويقولون ذلك السمود" (۸) "وہ لوگ کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا مکروہ سمجھتے تھے"۔

امام ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ نے اسے جمہور کا مسلک قرار دیا ہے (۹)، چنانچہ لکھتے ہیں کہ جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس کے نظر آجانے تک لوگ کھڑے نہ ہوں ——— اس بارے میں چند آثار اس طرح مروی ہیں:

۱- عن كهمس قال قمنا إلى الصلاة بمنى والإمام لم يخرج فقعد بعضنا فقال شيخ لي من أهل الكوفة ما يقعدك؟ قلت ابن بريدة قال هذا السمود" (۱۰) "منیٰ میں ہم نماز کے لئے کھڑے ہوئے جبکہ امام ابھی باہر نہ نکلے تھے تو کچھ لوگ بیٹھ گئے۔ میرے ایک کوفی شیخ نے کہا کہ تم کیوں بیٹھ گئے ہو تو میں نے جواب دیا کہ ابن بریدہ کہتے ہیں: سمود ہے"۔

۲- علامہ ابن اثیرؒ وغیرہ نے "النہایۃ" میں حضرت علیؓ کے متعلق روایت کیا ہے کہ: "أنه خرج والناس ينتظرونه قياما للصلاة فقال ما لي أراكم سامدين" (۱۱)

"حضرت علی ؓ نکلے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہو کر نماز کیلئے انکا انتظار کر رہے ہیں تو فرمانے لگے کیا بات ہے جو میں تمہیں "سامدین" پاتا ہوں؟" ——— "السمود" کی شرح میں علامہ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"السامد المنتصب اذا كان رفع رأسه ناصبا صدره انكر عليهم قيامهم قبل ان يروا امامهم وقيل السامد القائم في تحير" [۴۲] "سامد سے مراد ایسا شخص ہے جو سر بلند کر کے سینہ سیدھا کر کے کھڑا ہو۔ دراصل اس سے آپ ﷺ کی مراد امام کو دیکھنے سے قبل کھڑے ہونے سے روکنا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ سامد کا مطلب "حیرانی میں کھڑا ہونا ہے" ـــــ امام بغوی اور امام خطابی "السمود" کی شرح میں فرماتے ہیں: [۴۳]

"والسمود هو الغفلة والذهاب عن الشئ قال الله ﴿ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ﴾ (النجم ۶۱) اي لاهون ساهون"

"سمود سے مراد غفلت اور کسی شے کو جانے دینا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿ وانتم سامدون ﴾ کہا ہے، یعنی وہ غفلت کرنے والے اور بھولنے والے ہیں"۔

جہاں تک بعض ان روایات کا تعلق ہے جو کہ حضرت ابو قتادہ کی حدیث سے باہم متعارض نظر آتی ہیں مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: ۱- اقيمت الصلاة فسوى الناس صفوفهم فخرج النبي ﷺ

"نماز کی اقامت کہی گئی تو لوگوں نے صفیں درست کر لیں تب نبی اکرم ﷺ باہر نکلے"۔

۲- فصف الناس صفوفهم ثم خرج علينا [۴۴]

۳- اقيمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل ان يخرج الينا النبي ﷺ فاتى فقام مقامه [۴۵]

۴- ان الصلاة كانت تقام لرسول الله ﷺ فيأخذ الناس مقامهم قبل ان يجيئ النبي ﷺ" [۴۶]

جہاں تک ان احادیث کے حضرت ابو قتادہ کی حدیث سے معارض ہونے کا تعلق ہے تو محدثین کرام نے ان کے مابین اس طرح جمع و تطبیق پیدا فرمائی ہے:

"کبھی بیان جواز کی غرض سے ایسا واقع ہوا ہو گا لیکن حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں جو چیز مروی ہے وہی حضرت ابو قتادہ کی حدیث میں وارد نہی کا سبب ہے۔ کیونکہ تمام نمازی اقامت کے وقت ہی کھڑے ہو جاتے تھے حالانکہ اس وقت تک نبی ﷺ باہر تشریف نہیں لائے ہوتے تھے، پس آپ ﷺ نے اس چیز سے ان لوگوں کو منع فرمایا اس احتمال کے پیش نظر کہ آپ ﷺ کسی ایسے کام میں مشغول ہوں جو کہ فوراً آپ ﷺ کو باہر آنے کی اجازت نہ دیتا ہو۔ پس مبادا نمازیوں کو آپ ﷺ کا انتظار کرنا شاق گزرے" [۴۷]

ان احادیث سے بعض علماء نے یہ فائدہ اخذ کرنے کی کوشش بھی کی ہے کہ:

"وفيه جواز الاقامة والامام في منزله اذا كان يسمعها" [۴۸] اور "هذا يدل على جواز تقديم الاقامة على خروج الامام ثم ينتظر خروجه" [۴۹] کہ اگر امام گھر میں اقامت کی آواز سن رہا ہو تو تب امام کے سامنے نہ ہونے کے باوجود اقامت کہنا جائز ہے۔

مذکورہ بالا احادیث بظاہر حضرت جابر بن سمرہؓ کی اس حدیث سے بھی معارض ہیں جس میں مروی ہے کہ:

"ان بلالا كان لا يقيم حتى يخرج النبي ﷺ" [۵۰] ـــــ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"ظاہر حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کے اپنے گھر سے باہر تشریف لانے سے قبل ہی نمازی کھڑے ہو جایا کرتے تھے، لیکن یہ چیز حضرت جابر بن سمرہ کی (مذکورہ) حدیث سے ٹکراتی ہے۔ ان دونوں حدیثوں کے مابین جمع و تطبیق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوں کی گئی ہے کہ حضرت بلال نبی ﷺ کے باہر تشریف لانے پر نگاہیں جمائے رکھتے تھے، جیسے ہی پہلی بار آپ ﷺ کو باہر آتا دیکھتے، اقامت کہنا شروع کردیتے تھے اس سے قبل کہ اکثر نمازی آپ ﷺ کو دیکھتے۔ پھر جب لوگ آپ ﷺ کو دیکھ لیتے تو کھڑے ہوجاتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی جگہ اس وقت تک کھڑے نہیں ہوتے تھے جب تک کہ لوگوں کی صفیں درست اور برابر نہ ہوجاتی تھیں"(۳۱)

اس امر کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں مروی ہے کہ:

۱۔ عن ابن شہاب: "ان الناس کانوا ساعۃ یقول المؤذن اللہ اکبر یقومون الی الصلاۃ فلا یأتی النبی ﷺ مقامہ حتی تعتدل الصفوف"(۳۲)

۲۔ عن ابی ہریرۃ: "ان الصلاۃ کانت تقام فی اخذ الناس مصافہم قبل ان یقوم النبی ﷺ مقامہ"(۳۳) "نماز کی اقامت ہوتی تاکہ لوگ اپنی صفیں درست کرلیں قبل اسکے کہ نبی اپنے مصلے پر کھڑے ہوں"۔

آخر الذکر حدیث کے متعلق امام بغوی فرماتے ہیں: "قلت معنی ھذا واللہ اعلم: ان الامام اذا خرج یقیم المؤذن والناس یاخذون مصافہم الی ان ینتھی الامام الی مصلاہ"(۳۴) "میری رائے میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب امام نکلے تو مؤذن اقامت کہے اور مقتدی اپنی صفیں امام کے جائے نماز پر پہنچنے سے قبل درست کرلیں"۔

واللہ اعلم۔ پس تمام اشکالات و تعارضات رفع ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک!

۱۔ صحیح البخاری مع فتح الباری ج۲ ص۱۲۰ ۲۔ صحیح مسلم ۶۰۴ ۳۔ جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۴۰۸ ۴۔ شرح السنۃ للبغوی ج۲ ص۲۳۲ سنن ابی داؤد مع عون المعبود ج۱ ص۲۱۲ ۔ جامع ترمذی ج۱ ص۴۰۸ ۳۔ فتح الباری ج۲ ص۱۲۰ عون المعبود ج۱ ص۲۱۲ ۔ جامع ترمذی ج۱ ص۴۰۸ شرح السنۃ ج۲ ص۲۳۲ بدایۃ المجتہد ج۱ ص۱۵۰ ۵۔ فتح الباری ج۲ ص۱۲۰ تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۴۰۸ عون المعبود ج۱ ص۲۱۳ ۶۔ تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۴۰۸ ۷۔ جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۴۰۸ ۸۔ ایضاً ۹۔ الضعفاء الکبیر ج۱ ص۱۹۸ ۔ معرفۃ الثقات العجلی ج۱ ص۲۱۷ تہذیب التہذیب ج۲ ص۱۹۹ سیر اعلام النبلاء ج۷ ص۱۰۰ تاریخ یحییٰ بن معین ج۲ ص۱۰۰ التاریخ الکبیر ج۲/۲ ص۲۲۳ الجرح و التعدیل ج۲/۲ ص۲۶۴ الثقات لابن حبان ج ص۴۲۵ الکامل لابن عدی ج۲ ص۵۵۳ ج۷ نمبر۴۳۸۰ معرفۃ الرواۃ للذہبی ص۹۷ الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ص۱۹۸ تقریب التہذیب ج ص۴۷ ہدی الساری ج۲ ص۱۲۰ فتح الباری ج۲ ص۴۷ تحفۃ الاحوذی ج ص۴۰ نصب الرایہ زیلعی ج ص۴۰۶ ج۲ ص۳۹ ۳۰ ج۲ ص۲۳۲ ۔ تحفۃ الاحوذی ج ص۴۰۸ عون المعبود ج ص۲۱۳ فتح الباری ج۲ ص۲۰ الموطا ص۷۲ شرح السنۃ ج۲ ص۲۳۳ بدایۃ المجتہد ج ص۱۵۰ فتح الباری ج۲ ص۱۲۰ عون المعبود ج ص۲۱۳ تحفۃ الاحوذی ج ص۴۰۸ بدایۃ المجتہد ج ص۱۵۰ فتح الباری ج۲ ص۱۲۰ ۱۵۔ نفس مصدر ج۲ ص۲۰ ۱۶۔ بدایۃ المجتہد ج ص۱۵۰ شرح السنۃ ج۲ ص۲۳۳ ۱۷۔ کما فی جامع الترمذی ج ص۴۰۸ ۱۸۔ شرح السنۃ ج۲ ص۲۳۳ ۱۹۔ فتح الباری ج۲ ص۱۲۰ عون المعبود ج ص۲۱۳ تحفۃ الاحوذی ج ص۴۰۸ ۲۰۔ سنن ابی داؤد ج ص۲۱۳ ۲۱۔ عون المعبود ج ص۲۱۳ ۲۲۔ عون المعبود ج ص۲۱۳ ۲۳۔ شرح السنۃ ج۲ ص۲۳۳ عون المعبود ج ص۲۱۳ ۲۴۔ اخرجہ ابی نعیم ۲۵۔ صحیح مسلم نمبر۶۰۵ صحیح البخاری ج۲ ص۱۲۱ (مع الفتح) ۲۶۔ سنن ابی داؤد ۲۷۔ فتح الباری ج۲ ص۲۰ ۲۸۔ نفس مصدر ج۲ ص۲۰ ۲۹۔ شرح السنۃ ج۲ ص۲۳۲ ۳۰۔ صحیح مسلم نمبر۶۰۶ شرح السنۃ ج۲ ص۲۳۳ ۳۱۔ فتح الباری ج۲ ص۱۲۰ ۳۲۔ رواہ عبدالرزاق ۳۳۔ اخرجہ مسلم فی صحیحہ نمبر۶۰۵ شرح السنۃ ج۲ ص۲۳۲ ۳۴۔ شرح السنۃ ج۲ ص۲۳۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں :

الرجل یسلم بنفسه من غیر قتال وفی یده أرض فهی عشر[۱۳]

"جو شخص خود بخود بغیر قتال کے اسلام قبول کر لے تو اس کی زمین اس کی ملکیت رہے گی، یہ عشری زمین ہے"۔

امام بخاری فرماتے ہیں :

إذا أسلم قوم فی دار الحرب ولهم مال وأرضون فهی لهم[۱٤]۔

"جب کوئی قوم دار الحرب میں اسلام قبول کر لے تو ان کے مال اور زمینیں ان کی ملکیت ہوں گی"۔

سابقہ اقوال جو مختلف ادوار کے فقہاء کے فرمودات ہیں، اس سے بات واضح ہوتی ہے کہ جب کوئی (قتال سے قبل) کسی علاقہ میں اسلام قبول کر لے تو اس وقت جو زمین اس کی ملکیت میں ہے اسلام کے بعد بھی اس کی ملکیت میں ہی تسلیم کی جائے گی۔ تجدید ملکیت کی ضرورت نہ ہے۔ عہد رسالت سے تاحال تمام فقہاء اس پر متفق ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲

دشمن کے وہ علاقے جو بغیر قتال کے اسلامی حکومت کے قبضہ میں آجائیں (جسے ارض فیٔ کہا جاتا ہے) اور حاکم وقت اسے مناسب مسلمان افراد میں تقسیم کر دے تو یہ بھی ان افراد کی انفرادی ملکیت بن جائے گی۔

جیسا کہ خود رسول اللہؐ نے بنو نضیر کی زمینیں عام مجاہدین میں سے صرف مہاجرین اور سہل بن حنیف و ابودجانہ میں تقسیم فرمادیں[۱۵]۔

قاعدہ نمبر ۳

وہ زمین جسے مسلمانوں نے باقاعدہ جہاد و قتال کے بعد فتح کر لیا اور امام وقت نے خمس (۱/۵) نکال کر باقی زمینیں مجاہدین میں تقسیم کر دیں تو تقسیم کردہ زمین جسے دی گئی، وہ اس کی ملکیت تصور ہو گی۔

جیسا کہ رسول اللہؐ نے فتح خیبر کے موقعہ پر خیبر کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی۔ بعد ازاں یہودِ خیبر سے معاہدہ کر کے نصف نصف پر ان کے حوالے کر دی اور پھر جب عہد فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہود خیبر کو جلاوطن کیا تو ان تمام مسلمانوں کو بلا کر جن کا حصہ ارض خیبر میں تھا، ان کے حوالہ کر دیا۔[۱٦]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اصول بھی متفق علیہ ہے کیونکہ اس کی مخالفت بھی ناپید ہے کچھ فقہاء کے اقوال مزید وضاحت کے لئے درج کئے جاتے ہیں :

قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں :

أیما دار من دور الأعاجم قد ظهر علیها الإمام وقسمها بین الذین غنموها فهی أرض عشر [17]

"غیر عرب کے علاقے کو جب امام فتح کرلے اور اسے مجاہدین میں تقسیم کردے تو یہ مجاہدین کی ملکیت بن جائے گی اور یہ عشری زمین ہے"۔

امام ابو عبید قاسم بن سلام فرماتے ہیں :

کل أرض أخذت عنوة ثم إن الإمام لم یر أن یجعلها فیئا موقوفا ولکنه رأی أن یجعلها غنیمة فخمسها وقسم أربعة أخماسها بین الذین افتتحوها خاصة کفعل رسول اللهﷺ بأرض خیبر فهذه أیضا ملك أیمانهم لیس فیها غیر العشر [18]

"ہر وہ علاقہ جو مقابلۃً فتح ہوا اور پھر امام وقت نے اسے فیٔ موقوف نہ بنایا بلکہ وہ غنیمت بنا جس میں خمس رکھا گیا اور باقی (۴/۵) خمس صرف ان مجاہدین میں تقسیم کردے جیسا کہ رسول اللہؐ نے خیبر کا علاقہ تقسیم کیا تھا تو یہ ان (مجاہدین) کی ملکیت ہوگی جس زمین پر صرف عشر ہے"۔

ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں :

ما ملکها بعض المسلمین من الکفار ابتداء کأرض قاتلوا علیها الکفار وقسمها الإمام بین الغانمین فکل هذه من أراضی المسلمین مملوکة عن هی فی یده ولا خراج علی المسلم فی خالص ملکه الذی لاحق لأحد فیه وهذا لا یعلم فیه الخلاف [19]

"جس زمین کے کچھ مسلمان ابتدائی طور پر مالک بن جائیں۔ اس طرح کہ اس زمین پر کفار سے جنگ ہو اور امام (وہ زمین) مجاہدین میں تقسیم کردے تو یہ مسلمانوں کی زمین ہوگی اور جس کے قبضہ میں ہو، اسی کی ملکیت ہے۔ اسی طرح مسلمان پر اس کی خالص ملکیت میں خراج نہیں۔ اور اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے"۔

ابن رجب آٹھویں صدی ہجری کے فقیہ ہیں جو اس بارے میں اجماع کے مدعی ہیں کہ "آج تک اس امر میں کوئی اختلاف نہیں (بلکہ تمام فقہاء کا اتفاق ہے) کہ یہ زمینیں بھی مسلمانوں کی ملکیت ہے"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاعدہ نمبر ۴

ہر وہ علاقہ جو عنوہ جہاد کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آیا لیکن امام وقت نے اسے مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا بلکہ وہاں کے باشندوں پر احسان کرتے ہوئے واپس لوٹا دیا اور پھر وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے تو چونکہ اسلام قبول کرتے وقت یہ اپنے علاقہ کی زمینوں کے مالک تھے للذا یہ زمین بھی افرادِ ملت اسلامیہ کی ملکیت تصور ہو گی۔ جیسا کہ مکۃ المکرمۃ کی زمینیں۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہؐ نے نہ تو ان کو غلام بنایا اور نہ ہی ان کے گھروں اور زمینوں کو تقسیم کیا بلکہ ان پر احسان کرتے ہوئے انہی کو واپس کر دیں چنانچہ امام ابو عبیدؒ قاسم بن سلام کا قول ہے :

إن مكة افتتحت بعد القتال ولكن الرسول منّ عليهم فلم يعرض لهم في أنفسهم ولم يغنم أموالهم، وقال بعده: فلما خلعت لهم أموالهم برد الإمام عليهم، ثم أسلموا بعد ذلك كان إسلامهم على ما في أيديهم فلحقت أرضوهم بالعشر[20]

"مکہ قتال کے بعد فتح ہوا لیکن رسول اللہؐ نے ان پر احسان کرتے ہوئے نہ تو ان کو غلام بنایا اور نہ ہی ان کے اموال کو غنیمت، بعد ازاں فرمایا کہ جب امام کے لوٹانے سے ان کے مال برقرار رہے اور پھر وہ مسلمان ہوگئے تو اسلام کے وقت ان کے قبضہ میں جو علاقہ تھا وہ اس کے مالک رہے۔ اس طرح ان کی زمینیں بھی عشری قرار پائیں"۔

قاعدہ نمبر ۵

غیر مملوکہ بے آباد زمین اگر امامِ وقت کسی مسلمان فرد کو بطور جاگیر عطا کر دے تو آباد کر لینے پر وہ اس کا مالک بن جائے گا۔

چنانچہ آنحضرتؐ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے کچھ صحابہ جیسے سلیط انصاری، بلال بن حارث المزنی، فرات بن حیان العجلی اور تمیم داری کو جاگیر عطا کی اور آپ کی اتباع میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے طلحہ بن عبیدؓ کو اور حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ ونافعؓ اور حضرت عثمانؓ نے زبیر بن العوامؓ وسعد بن ابی وقاصؓ عبداللہ بن مسعودؓ، خبابؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو جاگیریں عطا کیں۔[21]

مذکورہ صحابہ کرامؓ جن کو جاگیر دی گئی ان سے یہ روایات بھی ملتی ہیں کہ انہوں نے اسے آگے فروخت بھی کیا۔[22]

چنانچہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنی جاگیر فروخت کی[23]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان مذکورہ زمینوں کی خرید و فروخت اس بات کی قوی دلیل ہے کہ یہ ان کی ذاتی ملکیت تھیں ورنہ بمصداقِ حدیث "لا تَبِعْ ما ليس عندك" جو چیز تمہاری نہیں اسے مت فروخت کرو، وہ یہ زمین فروخت کرنے کے مجاز نہ ہوتے۔

قاعدہ نمبر ۶

غیر مملوکہ غیر آباد زمین جس سے کوئی اجتماعی مفاد بھی وابستہ نہ ہو شروطِ آباد کاری کے ملحوظ رکھتے ہوئے ایک مسلمان آباد کرلے تو اس زمین کا مالک بن جائے گا۔

ارشاد رسول اللہؐ ہے: من أحيا أرضا ميتة فهي له وليس لعرق ظالم حق [۲۴]

"جو بھی غیر آباد زمین کو آباد کرلے وہ اس کی ملکیت ہے اور ظالم کا کوئی حق نہیں ہے"۔

دوسری حدیث میں آباد کار کی ملکیت کی صراحت فرمائی گئی ہے:

عادى الأرض لله وللرسول ثم لكم من بعد فمن أحيا شيئا من موتان الأرض فله رقبتها [۲۵]

"بنجر زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور پھر تمہاری ہے جو بنجر زمین آباد کرے، وہ اس کی ملکیت ہے"۔

قاعدہ نمبر ۷

حاکم وقت حکومت کی زمین کو افراد امت اسلامیہ کے ہاتھ فروخت کردے چونکہ امام وقت، مسلم امت کا نائب ہوتا ہے اور نائب ہونے کی وجہ سے فروخت کا حق رکھتا ہے جیسا کہ امام ابن العابدین فرماتے ہیں:

إذا اشترى الإنسان أرض الحكومة من الإمام بشرط شراء صحيحا ملكها لاخراج عليه فلا يجب عليه الخراج لأن الإمام قد أخذ البدل للمسلمين. [۲۶]

"جب کوئی شخص حکومتی زمین کو امام سے خرید لے بشرطیکہ خرید صحیح ہو تو وہ اس کا مالک ہے، اس پر خراج نہیں۔ کیونکہ امام نے مسلمانوں کے لئے اس کا معاوضہ وصول کرلیا ہے"۔

مذکورہ سات اصول ایسے ہیں جن پر تمام فقہاءِ امت کا اجماع واتفاق ہے کہ جب کئی فرد ان مذکورہ اصولوں میں سے کسی ایک کے تحت کسی قطعہ ارضی کا مالک بن جائے تو اس کی ملکیت صحیح وتامت ہے اور اس زمین پر وہ تمام احکام ومسائل ثابت ہوں گے جو ایک مسلم فرد کی انفرادی ملکیت کے ہیں۔ اور مسلم فرد کو اپنی مملوکہ زمین میں استفادہ وتصرف کے جملہ حقوق مثلاً بیع وہبہ ووقف وہدیہ اور ثمن وغیرہ حاصل ہوں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی و حوالہ جات

۱. ابن درید، محمد بن الحسن، کتاب جمہرة اللغة، بیروت، دار المعرفة ۱۹۶۹ ج ۳
۲. افریقی، ابن منظور، محمد بن المکرم، لسان العرب، بیروت، دار الصدر ص ۱۴۱ ص ۸، باب الکاف فصل الیم
۳. قرآن کریم ۷۱/۳۶۔
۴. القرانی، شہاب الدین احمد بن ادریس، الفروق، القاہرة ۲۱۶ ص ۳۔
۵. ابن نجیم، ابراہیم، الاشباہ والنظائر، السند، کلکتہ، تعلیمیہ پریس، ص ۶۰۵۔
۶. ابن حنبل، احمد، مسند، بیروت، المکتب الاسلامی ص ۳۱ ج ۴
۷. القرشی، یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج، بیروت دار المعرفة ص ۲۸ حدیث نمبر ۴۹۔
۸. ابن رجب حنبلی، عبد الرحمن بن احمد، الاستخراج لاحکام الخراج بیروت، دار المعرفة ص ۳۵۔
۹. القرشی، کتاب الخراج ص ۲۸، قول نمبر ۵۰۔
۱۰. ایضاً۔
۱۱. ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بیروت، دار المعرفة ص ۶۳۔
۱۲. ابو عبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، القاہرة، دار الفکر، ص ۴۵۶۔
۱۳. الفراء ابو یعلیٰ، محمد بن الحسین، الاحکام السلطانیہ، ایران، مرکز النشر ص ۱۶۳۔
۱۴. البخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، الریاض، جامعة الامام، ص ۷۵ ج ۶ باب ۱۸۰۔
۱۵. القرشی، کتاب الخراج، ص ۳۴، قول نمبر ۸۱۔
واقدی، محمد بن عمر، المغازی، بیروت، عالم الکتاب، ص ۷۹۳ ج ۱۔
الطبری، محمد بن جریر، التاریخ الرسل والملوک، بیروت، دار القلم، ص ۳۹ ج ۲ السنة الرابعة۔
۱۶. القرشی، کتاب الخراج ص ۳۹، قول نمبر ۹۸۷۔
القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح لمسلم، بیروت، دار الفکر ص ۲۰۹ ج ۱۰۔
البلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، بیروت، دار الکتب العلمیة ص ۴۰۳۔
۱۷. ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۶۹۔
۱۸. ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، ص ۴۵۶۔
۱۹. ابن رجب حنبلی، الاستخراج لاحکام الخراج ص ۱۱۔
۲۰. ابو عبید قاسم، کتاب الاموال ص ۴۵۶۔
۲۱. ابو یوسف، کتاب الخراج ص ۶۰، ۶۳ / القرشی، کتاب الاموال ص ۷۷، ۷۸
ابو عبید قاسم، کتاب الاموال، ص ۲۵۳، ۲۶۳۔
۲۲. القرشی، کتاب الخراج ص ۶۱۔
۲۳. ایضاً۔
۲۴. ابو یوسف، کتاب الخراج ص ۶۵۔
۲۵. القرشی، کتاب الخراج ص ۸۸، قول نمبر ۲۷۷۔
۲۶. ابن العابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار (الشامی) السند، مکتبہ نعمانیہ ص ۲۵۵ ص ۳۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ